علوم السنہ
شعبہ حدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

تکثیری سماج میں بدامنی کے اسباب، سیرت طیبہ سے ان کا تدارک اور عصری تقاضے

Causes of Unrest in a Pluralistic Society, their Remedy from the Seerah of the Holy Prophet (PBUH) and Contemporary Requirements

Imtiaz Ahmad Malik
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, KFUEIT, R.Y.Khan.
Email: imtiazahmad78616@gmail.com
Dr. Majid Rashid*
,Assistant Professor, Department of Islamic Studies, KFUEIT, R.Y.Khan
Email: majid.rashid@kfueit.edu.pk

Abstract:
The causes and drivers of insecurity in the contemporary pluralistic society are very complex and multifaceted. In such a situation, the Seerat-e-Tayyaba (peace be upon him) provides us with such comprehensive and balanced guidance that also contains effective and lasting solutions to these causes of insecurity. The first major cause of insecurity in a pluralistic society is religious prejudice and intolerance. The solution to this problem from the Seerat-e-Tayyaba is complete religious freedom and dialogue between religions. The second major cause of insecurity in a pluralistic society is oppression and injustice. In the matter of justice and fairness, you (peace be upon you) did not give preference to any religion or race, but rather gave equal rights to all religions and races. You (peace be upon you) created an organized state structure to protect a pluralistic society from non-state interference, as well as creating trust and unity among the people. To eliminate economic inequality, you (peace be upon you) established the system of brotherhood, cooperation, and Zakat and Sadaqat. To deal with vested interests, their political and personal motives should be ascertained and then the true reality of the situation should be brought before everyone and such people should be brought to justice. To deal with the problem of political instability, you (PBUH) made agreements based on human brotherhood in the pluralistic society of Medina, in which you defined the rights and duties of everyone. You established an independent judicial system and established the Shura Council.

Keywords: Plural Society, Causes of Unrest, Seerat, Peace

تمہید

عصری تکثیری سماج میں بدامنی (پُرامن معاشرے میں فتنہ وانتشار برپا کرنا) کے اَسباب و مُحرکات نہایت پیچیدہ اور کثیر الجہات ہیں جہاں مذہبی، لسانی، نسلی و تہذیبی تعصبات اور سیاسی استحصال کسی بھی تکثیری ریاست کے سماجی ڈھانچے کو کمزور کر دیتے ہیں۔ ایسے میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے ہمیں ایک ایسی جامع اور متوازن رہنمائی ملتی ہے جو صرف ظاہری علاج ہی نہیں بلکہ اس میں بدامنی کے ان اسباب و محرکات کا مؤثر اور دیرپا تدارک بھی موجود ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے تکثیری معاشرہ میں تمام مذاہب و

* Email of corresponding author: majid.rashid@kfueit.edu.pk

گروہوں کے مابین باہمی احترام، مساوات، انصاف اور پر امن بقائے باہمی کا ایسا مثالی نمونہ پیش کیا جس میں مختلف اصولوں کو قانونی شکل دی گئی۔ سیرتِ طیبہ کا یہ عملی نمونہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ انسانوں کے باہمی اختلافات کو تسلیم کرتے ہوئے انسانی وقار اور حقوق کو مرکزی حیثیت دینا ہی ایسا بنیادی نکتہ ہے جس پر عمل کر کے کسی بھی تکثیری سماجی ریاست میں پھیلتی ہوئی بد امنی کے اسباب و محرکات کا احسن انداز میں خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

تکثیری سماج کا مفہوم

انگریزی زبان میں تکثیری سماج کے لیے Pluralism اور Plural Society کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ آکسفورڈ ریفرنس کے تحت Pluralism کا مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تکثیری سماج سے مراد ایسے معاشرے ہیں جو مختلف لسانی، نسلی، مذہبی، یا نسلی گروہوں اور برادریوں میں تقسیم ہوں۔[1]

انسائیکلوپیڈیا آف Diversity and Social Justice میں Pluralism کا یہ مفہوم ذکر کیا گیا ہے:

A pluralistic society is one in which multiple distinct groups, each with their own diverse cultures, religions, languages, or beliefs, coexist and interact within a single political or social framework.[2]

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ انسانوں کے سماج کئی قسموں کے ہوتے ہیں جو مذہب، تہذیب، سیاسی تصورات، رنگ و نسل، زبان اور علاقہ وغیرہ کی بنیادوں پر وجود میں آتے ہیں اور اپنی شناخت کو برقرار رکھتے ہیں۔ ان مختلف قسموں کے سماجوں سے مل کر بنے ہوئے سماج کو ہی تکثیری سماج کہا جاتا ہے۔

تکثیری سماج میں بد امنی کے اسباب، سیرت طیبہ سے ان کا تدارک اور عصری تقاضے

ذیل میں عصری تکثیری سماج میں بد امنی کے اسباب و محرکات کو تفصیلاً بیان کر کے ساتھ ہی ساتھ سیرتِ طیبہ سے ان کے تدارک اور حل کو بیان کیا جائے گا۔

1۔ مذہبی تعصب و عدم رواداری

عصری تکثیری سماج میں بد امنی کا پہلا بڑا سبب مذہبی تعصب اور عدم رواداری ہے جو عصرِ حاضر میں دنیا کے امن اور سلامتی کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ مذہبی تعصب سے مراد "اپنے مذہب کی بے جا طرفداری اور اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے خلاف ناپسندیدگی کا جذبہ"[3] ہے اور مذہبی عدم رواداری سے مراد ہے کہ اپنے مخالف مذہب کے ماننے والوں کو کسی صورت برداشت نہ کرنا۔ مذہبی تعصب اور مذہبی عدم رواداری معاشرے میں نفرت، تقسیم، تشدد اور خوف کا باعث بنتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں ان دونوں کے نقصانات کثیر الجہت اور دُور رَس ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں رویّے افراد کی داخلی سلامتی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ہر سطح پر نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ رویّے انسانی زندگی، بنیادی حقوق اور برادریوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ تعصب معاشرے میں نفرت، تقسیم اور عدم اعتماد کی فضا پیدا کرتا ہے۔ مختلف گروہوں کے درمیان ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے اور سماجی ڈھانچہ کمزور ہو جاتا ہے جبکہ عدم رواداری تنازعات اور عدم استحکام کو جنم دیتی ہے۔ اسی طرح مذہبی تعصبات بین الاقوامی تنازعات کی وجہ بھی بن سکتے ہیں جس سے عالمی امن خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہ دونوں مسائل کوئی ماضی کا تاریخی مسئلہ نہیں ہیں بلکہ زندہ اور خطرناک حقیقت ہیں۔ در حقیقت دنیا کا کوئی بھی مذہب تعصب اور عدم رواداری کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہر مذہب دوسروں

سے محبت، باہمی احترام اور رواداری کا درس دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے ماننے والے امن پسند لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کے ساتھ منصفانہ بھلا برتاؤ کرنے کو پسند کیا ہے جو کہ اسلامی مذہبی رواداری کا واضح ثبوت ہے۔[4] اسی طرح یہودی مذہب کے رِبی مئیر کا قول ہے: "ہر شخص نہ صرف اپنے مذہب والوں کے ساتھ انکساری کے ساتھ چلے بلکہ وہ ہر انسان کے ساتھ چلے "[5] اس قول میں مذہبی رواداری کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے کہ دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آنا چاہیے جیسا کہ اپنے مذہب والوں کے ساتھ پیش آتے ہو۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اپنے متبعین کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر میری تعلیمات کی وجہ سے دیگر مذاہب کے لوگ تم پر لعن طعن کریں، تمہیں اذیتیں پہنچائیں اس پر اگر تم صبر کرو گے تو تم اجر پاؤ گے۔ گویا آپؑ نے اپنے ماننے والوں کو مذہبی رواداری کی تلقین کی۔[6] اسی طرح دنیا کا کوئی مذہب ظلم اور نفرت کی تعلیم نہیں دیتا۔ رواداری کے متعلق ان مذہبی تعلیمات کے باوجود تاریخی واقعات اور حقائق یہ بتاتے ہیں کہ ان مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مذہبی تعصب اور عدم رواداری کی وجہ سے بہت سی جنگیں ہوئیں، چاہے وہ عیسایوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونیوالی صلیبی جنگیں (1095ء تا 1291ء) ہوں[7] یا یہودیوں کا ہولوکاسٹ، مذہبی تعصب اور عدم رواداری کی وجہ سے ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح عصرِ حاضر میں کشمیریوں اور غزہ کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم محض مذہبی تعصب کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ نہ رُکا تو بہت جلد دنیا تیسری عالمی جنگ کی طرف جا سکتی ہے۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

سیرت طیبہ سے اس مسئلے کا پہلا حل یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو۔ تعصبات کے خاتمے کے لیے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع خطبہ میں نسلی و قبائلی تفاخر کو خاک میں ملا دیا اور صرف تقویٰ کو معیارِ فضیلت قرار دیا۔[8] انسانی تاریخ میں رسولِ اکرم ﷺ وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے ملکِ عرب کے تعصب زدہ ماحول میں مذہبی و فکری آزادی کا عَلم بلند کیا اور مذہب کے معاملے میں سختی اور جبر کو روکا چنانچہ آپ ﷺ کی الہامی کتاب میں واضح طور پر دینی معاملے میں زبردستی کرنے سے روکا گیا ہے۔[9] اور جگہ ارشاد سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔[10] ان فرامین الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دین و مذہب کے معاملے میں جبر اور سختی کو پسند نہیں کیا۔ جو شخص ایمان لانا چاہتا ہے وہ خوشی سے ایمان لائے ورنہ ہر شخص کو کوئی بھی مذہب اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنے پر اس کو دنیاوی کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ ایسے شخص کے لیے تو شریعتِ اسلامیہ میں بنیادی حقوق مقرر ہیں۔ اسلام نے نہ صرف مذہب کے معاملے میں جبر و اکراہ سے روکا ہے بلکہ ہر ایسا رویہ جس سے مختلف مذاہب کے مابین جھگڑا و فساد پیدا ہو، اس سے بھی روکا ہے حتٰی کہ اسلام نے تو کسی بھی مذہبی پیشوا اور مذہبی شخصیت کی توہین اور اس کو برا بھلا کہنے سے بھی سختی سے منع کیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔[11] البتہ اس مقصد کے لیے قانون سازی کرنا ضروری ہے جیسے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کے تکثیری سماج میں مذہبی تعصب سے پیدا ہونے والی بدامنی کے خدشے کو وہاں کے سماجی گروہوں کے ساتھ معاہدہ میثاق کر کے مذہبی آزادی کو قانونی شکل دی اور آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں تحریر کروایا کہ یہودی اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین و مذہب پر عمل کریں گے۔[12]

سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے اس مسئلے کا دوسرا حل مکالمہ بین المذاہب معلوم ہوتا ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کا بنیادی مقصد تمام انسانوں کے لیے اتحاد و محبت اور باہمی تعاون کے ذریعے امن اور ترقی کو ممکن بنانا ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے مختلف مذاہب اور فکر رکھنے والوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ احسن انداز میں مکالمہ کرنے کی تلقین ہے۔[13] اور اہلِ کتاب کے مابین مکالمہ بین المذاہب کا امکان ایک مشترکہ بنیادی نکتے پر ہو سکتا ہے اور وہ ہے توحید جیسا کہ قرآن مجید میں اس بارے میں اہلِ کتاب کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ ایک مساوی اور مشترک بات یعنی توحید پر اکٹھے ہو جائیں اور اللہ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔[14] اسی طرح دورِ رسالت سے بھی ہمیں مکالمہ بین المذاہب کی کئی مثالیں ملتی ہیں چنانچہ سن 5 ہجری میں ہجرت حبشہ کے وقت جعفر طیار کا نجاشی سے مکالمہ[15] اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا امن سے وہاں رہنا اور سن 1 ہجری میں ہجرت مدینہ کے وقت آپ ﷺ کا مدینہ کے یہود کے ساتھ مکالمہ[16] اور نتیجے میں معاہدہ میثاق کا ہونا اور تمام مذہبی فریقین کا مدینہ میں امن کے ساتھ رہنا اور اسی طرح سن 9 ہجری میں نجران کے نصاریٰ کا آپ ﷺ کے ساتھ مکالمہ[17] اور نتیجے میں فریقین کا امن سے رہنا مکالمہ بین المذاہب کا ہی ثمرہ تھا۔

سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے اس مسئلے کا تیسرا حل مذہبی رواداری معلوم ہوتا ہے جس کا ثبوت آپ ﷺ نے اپنے کردار سے دیا چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہودی قبیلہ بنو نضیر کو ان کی بدعہدی کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو یہ جھگڑا پیش آیا کہ انصار کی وہ اولادیں جنھوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا یہودی ان کو اشتراکِ مذہب کی وجہ سے اپنے ساتھ لے جاتے تھے لیکن انصار نے ان کو یہودیوں کے ساتھ جانے سے روکا اس پر قرآن مجید کا یہ حکمِ اسلامی نازل ہوا: " لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ[18] یعنی اسلام کوئی زبردستی والا دین نہیں۔ دشمنوں سے رواداری کی یہ مثال اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔ ایسے ہی ماقبل میں مذکور یہود اور دیگر قبائل کے ساتھ معاہدہ میثاق اور اس کی شرائط آپ ﷺ کی مذہبی رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اسی طرح سن 8 ہجری میں مکہ فتح کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والے مشرکینِ مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان[19] کر کے مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قائم کر دی جو رہتی دنیا تک امن قائم کرنے کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

2۔ ظلم و ناانصافی

عصری تکثیری سماج میں بدامنی کا دوسرا بڑا سبب ظلم اور ناانصافی ہے۔ ایسے معاشروں میں امن و امان قائم رکھنا ایک نازک اور پیچیدہ عمل ہوتا ہے۔ تکثیری سماج میں ظلم و ناانصافی کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ معاشی عدم مساوات، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، عدالتی نظام میں بعض گروہوں کے ساتھ امتیازی سلوک رکھنا یا بعض گروہوں کو سیاسی عمل میں شریک ہونے سے روکنا، سب معاشرتی ظلم اور ناانصافی کی مختلف شکلیں ہیں جس کے نتیجے میں ریاست کے خلاف اجتماعی مزاحمت، سماجی انتشار، تشدد اور انتہا پسندی جیسے مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ عصرِ حاضر سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔ بہت سے ممالک سیاسی تقسیم کی وجہ سے سماجی انتشار کا شکار ہیں۔ امریکہ میں 6 جنوری 2021ء میں کیپیٹل ہل پر حملہ اس کی واضح ترین مثال ہے، جس میں سیاسی انتہا پسندی تشدد کا سبب بن گئی۔[20]

2۔ ایشیا اور یورپ کے کئی ممالک میں مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے خلاف ظلم اور تشدد بڑھا ہے۔ 2020ء-2021 کے دوران فرانس میں مذہبی بنیادوں پر پُر تشدد واقعات میں 40 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔[21]

3۔ مغربی مُمالک میں سفید فام برتری کی انتہا پسند تحریکیں تشدد کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ نیوزی لینڈ کے کرائسٹ چرچ میں مسلم افراد پر حملہ[22] اور امریکہ کے ایل پاسو میں ہونے والا قتل عام[23] اس کی دردناک امثال ہیں۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

اسلام عدل و انصاف کا مذہب ہے اور حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی دنیا سے ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ کر کے دنیا کو عدل سے بھرنا ہے۔ عدل و انصاف کے معاملے میں آپ ﷺ نے کسی مذہب اور نسل کو ترجیح نہیں دی بلکہ تمام مذاہب اور نسلوں کو مساوی حقوق دیے ہیں۔ جتنے بھی بنیادی حقوق ہیں چاہے وہ جان، مال، عزت و احترام سے متعلق ہوں یا سماجی، معاشی اور شہری حقوق، تمام حقوق میں آپ ﷺ نے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو برابر رکھا حتیٰ کہ ایک اسلامی ریاست میں آپ ﷺ نے اقلیتوں کے لیے قانون سازی کی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان شخص جس نے یہودی (ذمی) کو قتل کیا تھا، کو قصاص میں قتل کیا تھا[24]۔ ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ریاست کے کمزور طبقات کے حقوق کا بڑا خیال رکھا اور معاشرے میں ان کے ساتھ ہونے والی ظلم و زیادتی کے خاتمہ کے لیے قانون سازی کر کے سماج کو بدامنی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔

3۔ حقوق کے عدم تحفظ کا احساس

تکثیری ریاست میں بدامنی اور انتشار کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض سماجی طبقات کو حکمرانوں کی طرف سے اپنے حقوق کے عدم تحفظ اور بے توجہی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ان طبقات کی مایوسی بڑھتی جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہ احساس ریاست کے خلاف بڑے احتجاج اور امن کی تباہی کی وجہ بن سکتا ہے جیسا کہ سیرت طیبہ کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ معاہدہ میثاق کے تحت مختلف سماج قریش، انصار اور یہود مدینہ میں اکٹھے رہتے تھے۔ پھر جب غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ کو قبیلہ بنو ہوازن کا مالِ غنیمت حاصل ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی حکمت کے تحت قریش کے بعض آدمیوں کو ان کی تالیفِ قلبی کی خاطر سَو سَو اونٹ دیے اور انصاری صحابہ کو کچھ نہ دیا تو بعض انصاری لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کرے۔ آپ ﷺ قریش کو تو مال دے رہے ہیں لیکن ہمیں آپ ﷺ نے چھوڑ دیا ہے (حالانکہ ہم نے ان فتح حاصل کی ہے) یعنی انہیں اپنے حقوق کی عدم ادائیگی اور بے توجہی کا احساس پیدا ہوا اور ممکن ہے کہ یہ احساس کسی بڑے انتشار کا سبب بن جاتا لیکن آپ ﷺ نے بروقت اس احساس اور خطرے کو بھانپ لیا۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

سیرت طیبہ سے اس مسئلے کا حل دوسرے فریق کو مطمئن کرنا اور اسے اس بات کا مکمل اطمینان دلانا ہے کہ انہیں پہلے ہی بہت سے حقوق حاصل ہیں یا اس بات کی یقین دہانی کرانا ہے کہ اگر فی الحال حکمت کے تحت ایک فریق کو نوازا جا رہا ہے تو دوسرا فریق بھی بلکل محروم نہیں بلکہ اسے اور صورتوں سے نوازا جا رہا ہے یا مستقبل میں دوسرے فریق کے حقوق کا بھی خیال رکھا جائے گا چنانچہ ماقبل مذکور واقعے میں جب آپ ﷺ کو ایسی باتوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صرف انصار صحابہ کو اکٹھا کر کے دریافت کیا کہ کیا یہ باتیں سچی ہیں جو میں سن رہا ہوں؟ سمجھدار انصار نے کہا جی ہاں بعض نَو عمر لڑکوں نے ایسی باتیں کی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا اور اطمینان دلایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو مالِ غنیمت دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی قریب گزرا ہے (یعنی وہ نو مسلم ہیں اور

ان کا دل ملانے کے لیے دیتا ہوں) اور فرمایا کہ کیا تم اس (حق کے ملنے) پر خوش نہیں کہ جب دوسرے لوگ اپنے ساتھ مال و دولت لے کر جاتے ہوں گے تو تم لوگ اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے جا رہے ہو گے (اور یہ سب سے بڑی سعادت اور مستقبل کی بڑی غنیمت ہے) چنانچہ اس پر سب انصاری صحابہ نے کہا کہ ہم راضی اور خوش ہیں[25]۔ اس طرح آپ ﷺ نے بڑی حکمت سے انصاری صحابہ کرام کے حقوق کے عدم تحفظ والے احساس کو ختم کیا اور تکثیری سماج میں امن کو قائم رکھا۔

4۔ غیر ریاستی مداخلت

عصری تکثیری سماج میں امن کو تباہ کرنے کا ایک بڑا سبب غیر ریاستی مداخلت بھی ہے۔ غیر ریاستی مداخلت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ خفیہ سازشیں، مالی لالچ، عسکری امداد اور معاہدہ شکنی اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ منافقین مدینہ میں ایک غیر ریاستی گروہ کی شکل میں موجود تھے جن کا سردار عبد اللہ بن اُبی تھا۔ یہ لوگ مسلم ریاست کے خلاف خفیہ سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ اسی طرح غزوہ خندق (سن 5ھ) کا سبب بھی غیر ریاستی مداخلت ہی تھا چونکہ یہودی قبیلہ بنو نضیر مدینہ سے جلاوطنی کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف دل میں دشمنی رکھے ہوا تھا۔ اس نے مشرکینِ مکہ جو پہلے ہی مسلمانوں کے ازلی دشمن تھے، یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں کا حلیف ہونے کے باوجود نقضِ عہد پر آمادہ کیا اور دیگر قبائل کو مالی لالچ دے کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے تیار کر لیا چنانچہ یہ سب غیر ریاستی گروہ اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے[26] اور مدینہ کے امن کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

آپ ﷺ نے ان تمام چیلنجز کا مقابلہ نہایت صبر و استقامت، حکمت، مضبوط قیادت اور فیصلہ کن اقدام کے ذریعے کیا۔ آپ ﷺ نے ایک تکثیری معاشرے کو غیر ریاستی مداخلت سے بچانے کے لیے ایک منظم ریاستی ڈھانچے کو تشکیل دینے کے ساتھ ساتھ عوام میں اعتماد اور اتحاد کو پیدا کیا چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے مدینہ کے اس طرف سے جہاں سے دشمن کے حملہ کا خوف و خطرہ تھا، خندق کھدوائی اور اس میں خود بھی حصہ لیا۔ اس کے بعد جب دشمن یہاں پہنچا تو خندق کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ تقریباً ایک مہینہ تک انتظار کیا۔ آپ ﷺ نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن دشمن خندق کو پار نہ کر سکا لہٰذا مایوس ہو کر یہ غیر ریاستی گروہ واپس چلے گئے۔[27] اس طرح مدینہ دشمن کے حملہ سے محفوظ رہا۔

5۔ معاشی عدم مساوات

تکثیری سماج میں بدامنی کا ایک سبب معاشی عدم مساوات بھی ہے۔ جب ریاست میں دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو یا کچھ خصیص پیشے صرف مخصوص طبقہ اور گروہ کے لیے ہی مخصوص ہوں، انہیں اعلیٰ عہدوں یا اعلیٰ پیشوں تک رسائی ممکن نہ ہو تو یہ چیز ان گروہوں میں حسد اور دشمنی کو پیدا کرتی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سماج میں بدامنی کا باعث بنتی ہے۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

معاشی عدم مساوات کے خاتمے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُخوت، تعاون اور زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو قائم کیا جس سے مقصود معاشرے سے محرومی کا خاتمہ کر کے تنازعات کی بنیاد ہی کو ختم کرنا تھا چنانچہ جب آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری ہوئی تو یہود کی معاشی پالیسیوں کی وجہ سے اوس اور خزرج کے مسلمانوں کی معاشی حالت کمزور تھی۔ یہودی سودی لین دین اور ذخیرہ اندوزی کرتے تھے جس کی وجہ سے معاشرے میں دولت کی تقسیم منصفانہ نہ تھی اور معاشرہ معاشی طور پر عدم مساوات کا شکار تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کا تکثیری سماج بدامنی کا شکار تھا۔ حضور ﷺ نے مدینہ آکر جہاں معاشی عدم مساوات کے خاتمے کے لیے دیگر اقدامات کیے وہاں سود کو حرام اور ناجائز قرار دیا اور سود لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی اور ذخیرہ اندوزی سے بھی منع فرمایا(28)اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے نظام زکوٰۃ کو نافذ کیا(29) جس سے مدنی معاشرہ بدامنی سے محفوظ ہو گیا۔

6۔ قومی یا قبائلی شر پسندی

تکثیری معاشروں میں رہتے ہوئے بعض اقوام یا قبائل کی شر پسندی کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قومی شر پسندی کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ اقتصادی ناہمواری، طویل سیاسی محرومی اور نسلی و مذہبی تفاخر بعض دفعہ اقوام یا قبائل کو شر پسندی پر ابھارتا ہے۔ ایسی اقوام دوسروں کو آگے بڑھتا ہوا اور پھلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ سیرت سے اس کی واضح مثال قوم یہود کی دی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں یہود کے تین بڑے قبائل بستے تھے۔ مدینہ کے تکثیری سماج میں یہ قبائل طویل سیاسی محرومی کا شکار اور نسلی و مذہبی تفاخر میں مبتلا تھے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد کے بعد اس قوم نے مدینہ میں شر انگیزی پھیلانا شروع کر دی مثلاً ابن ہشام کی روایت کے مطابق ایک عرب عورت کسی کام سے یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے بازار میں گئی اور کسی ضرورت سے یہودی زَرگر کے پاس جا بیٹھی۔ کچھ یہودیوں نے اس سے چہرہ کھولنے کا کہا مگر وہ نہ مانی۔ اس کے بعد اس زرگر نے شرارت کرتے ہوئے اس کے کپڑے کا نچلا کنارہ کسی چیز سے باندھ دیا۔ جب وہ کھڑے ہونے لگی تو بے پردہ ہو گئی۔ یہود نے قہقہہ مارا جس پر وہ عورت چیخ و پکار کرنے لگی جسے سنتے ہی ایک مسلمان نے اس زرگر یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ بدلے میں یہودیوں نے اس مسلمان کو مار ڈالا۔ پھر مقتول مسلمان کے ورثا نے مسلمانوں سے یہود کے خلاف مدد مانگی۔ نتیجۃً مسلمانوں اور یہودیوں میں بلوا ہو گیا[30] حتیٰ کہ یہود بنو قینقاع نے معاہدہ میثاق کو توڑ ڈالا اور مدینے کے امن کو برباد کرنے کی کوشش کی۔ اس قسم کی شر انگیزی یہود کے دیگر قبائل نے بھی کی اور تکثیری معاہدہ کو توڑ ڈالا جس کے نتیجے میں تینوں قبائل کو یکے بعد دیگرے مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔[31]

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

سیرت طیبہ سے قومی اور قبائلی شر پسندی کے مسئلے کا اوّلین حل تو یہ ملتا ہے کہ تمام مذہبی، نسلی اور لسانی گروہوں کو سیاسی عمل میں برابر کا شریک کیا جائے جیسے رسول اللہ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے اَمن معاہدہ میں جو کہ ایک سیاسی عمل تھا، قوم یہود اور ان کے چھوٹے بڑے قبائل کو برابر کا شریک کیا۔ تمام گروہوں کے لیے برابر کے حقوق اور فرائض متعیّن کیے اور مدینہ کے تکثیری سماج میں قیامِ امن کی کوشش کی لیکن جب کئی دفعہ کی معافی (جیسے غزوہ بدر میں بنو قریظہ کی مشرکین کو جنگی ہتھیاروں سے مدد پر بھی معاف کر دیا گیا) کے باوجود بھی یہود کی شر انگیزی اور فتنہ پردازی بڑھتی چلی گئی تو آپ ﷺ نے مسئلے کے آخری حل کے طور پر مدینے کے امن کو برقرار رکھنے کے لیے یہود کے ان قبائل کو اکثر کی جان بخشی کر کے[32] جلاوطن اور ملک بدر کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی قوم یا قبیلہ ایسا سرکش ہو جائے کہ بار بار کی معافی اور اصلاح کی کوششوں کے باوجود اصلاح ممکن نہ رہے تو ریاست کے امن کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں ملک بدر بھی کیا جا سکتا ہے۔

7۔ سیاسی وذاتی مفاد کا حصول

بعض اوقات کچھ عناصر ایسے ہوتے ہیں جو اپنے سیاسی وذاتی مفاد کے حصول کی خاطر تکثیری سماج میں امن کو تباہ کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ وہ ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور ہوتے ہیں۔ وہ مختلف سماجوں کے درمیان دشمنیاں اور غلط فہمیاں پیدا کر کے ان کو آپس میں لڑا کر سیاسی اور ذاتی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معاشرے کا امن تباہ کر ڈالتے ہیں۔ انہیں صرف اپنے ذاتی مفاد سے غرض ہوتی ہے۔ سماجی امن یا بدامنی سے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ سیاسی وذاتی مفاد کا حصول جدید سیاست میں بھی ایک ایسا المیہ بن چکا ہے جس نے عوامی خدمت کے مقدس تصور کو مجروح کر دیا ہے۔ عصر حاضر میں بیشتر ممالک اس مسئلے کا شکار ہیں جہاں ذاتی مفادات کو اکثر قومی مفادات پر ترجیح دی جاتی ہے۔ دورِ رسالت میں اس کی مثال منافقین کی ملتی ہے جو مدینہ کے تکثیری سماج میں بدامنی کو پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ غزوہ بنو المصطلق سے فارغ ہونے کے بعد منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول نے مسلمانوں میں دو مرتبہ پھوٹ اور انتشار ڈالنے کی کوشش کی۔ ایک مرتبہ مریسیع کے چشمے پر دو آدمیوں میں دھکم پیل ہو جانے کے وقت اور دوسری مرتبہ واقعہ افک میں حضرت عائشہ پر بدکاری کی تہمت اور الزام تراشی کر کے حضور ﷺ اور دیگر مسلمانوں کو پریشان کر کے مدینے کے امن کو خراب کرنے کی کوشش کی۔ ایسا کرنے سے اس کا سیاسی وذاتی مقصد یہ تھا کہ حضور نبی پاک ﷺ اور مہاجر صحابہ کو بدنام کر کے مدینہ سے باہر نکال دیا جائے تاکہ اس کا سردار بننے کا خواب پورا ہو سکے۔[33]

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

ایسی صورت حال میں متاثرہ سماج کو نہایت سمجھداری اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ ایسے مفاد پرست افراد یا گروہ بظاہر تکثیری سماج کا مفید رکن ہوتے ہیں۔ وہ مخلصانہ سماجی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اکثر سادہ لوح عوام بھی ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ جاتی ہے مگر حقیقت میں یہ لوگ سماج کے لیے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایسے افراد یا گروہوں کے خلاف فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا مشکل ہوتا ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کو قتل کر دینے کی تجویز دی لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کیسے مناسب رہے گا؟ لوگ تو یہ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔ غزوہ بنو المصطلق سے واپسی کے اس موقع پر آپ ﷺ نے صبر واستقامت کا مظاہرہ بھی کیا اور نہایت حکمت وسمجھداری سے قافلے کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ایسے وقت پر پڑاؤ کرنے کا کہا جب دھوپ بہت تیز تھی تاکہ لوگوں کو آپس میں بات چیت کرنے اور تنازعہ کو بڑھانے کا موقع نہ ملے۔ اس طرح حضور ﷺ نے تنازعہ کو بڑھنے سے روکا اور قافلے میں امن اور اتحاد کو برقرار رکھا۔ واقعہ افک میں بھی حضور ﷺ نے نہایت سمجھداری اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور آیتِ اِفک نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہ پر تہمت میں شامل لوگوں پر حدِ قذف جاری کی۔[34] ان دو واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مفاد پرست گروہ سے نمٹنے کے لیے اولاً نہایت صبر واستقامت سے کام لیا جائے اور ثانیاً ان کے سیاسی وذاتی مفاد اور اغراض ومقاصد کا پتہ لگایا جائے اور پھر صحیح حقیقتِ حال کو سب کے سامنے لا کر ایسے لوگوں کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔

8۔ تہذیبوں کا تصادم

عصری تکثیری سماج میں بد امنی کا ایک سبب تہذیبوں کا تصادم بھی ہے۔ عصرِ حاضر میں بہت سے ممالک میں تکثیری سوسائیٹیاں موجود ہوتی ہیں اور ہر مذہب اور سوسائیٹی اپنی خاص تہذیب رکھتی ہے۔ جب مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے لوگ تعلیمی، معاشی یا دیگر اغراض سے وہاں مقیم ہوتے ہیں اور آپس میں میل جول رکھتے ہیں تو تہذیبوں کے تصادم کا مسئلہ کھڑا ہوتا ہے۔ اگرچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بہت سی تہذیبیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فنا ہو گئیں مگر ہر تہذیب خود کو لافانی تہذیب تصور کرتی ہے اور اس تہذیب کے حامل افراد اپنی تہذیب کو دیگر تہذیبوں سے اعلیٰ اور برتر سمجھتے ہیں۔ ایسے میں تکثیری معاشرے میں جب کسی ایک تہذیب کو کمتر سمجھا جاتا ہے یا اس کے ساتھ ریاستی سطح پر ناروا سلوک رکھا جاتا ہے یا اس پر پابندیاں لگائی جاتی ہیں تو تشدد اور بد امنی کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے جس کا تاریخ سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جیسے صلیبی جنگوں میں مسیحی و اسلامی تہذیبوں کا تصادم (1095ء تا 1291ء) ہو ایا 1992ء میں بابری مسجد کی شہادت[35] کی صورت میں اسلامی و ہندو تہذیب کا تصادم ہو، وہ کشمیری تنازعہ میں تہذیبوں کا تصادم ہو یا میانمار میں بدھ مت اور اسلامی تہذیب کا تصادم ہو یا وہ دورِ جدید میں مغربی تہذیب اور اسلامی دنیا کی تہذیب کا تصادم ہو، یہ تہذیبی تصادم نہ صرف ریاست کے اندر بد امنی کا سبب بنتا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ایک بڑے تصادم اور جنگ کا سبب بن سکتا ہے۔ اگرچہ ہر تصادم کے پیچھے اس بنیادی وجوہات کچھ اور بھی ہو سکتی ہیں لیکن تہذیبی اور مذہبی شناخت انہیں ہوا دینے اور عوام کو متحرک اور مشتعل کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسے میں حفظِ ماتقدم کے طور پر ریاستوں کو بر وقت ضروری اقدامات کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں دنیا کے ہر مسئلے کا تریاق اور حل موجود ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہر مشکل کے لیے آسانی موجود ہے چنانچہ آپ ﷺ کی سیرت میں ہمیں اس مسئلے کے متعلق درج ذیل امور کی رہنمائی ملتی ہے:

1. مختلف مذاہب اور سوسائیٹیز کے مابین مکالمہ اور باہمی گفت و شنید کو فروغ دیا جائے تاکہ انہیں ایک دوسرے کی اقدار اور ضروریات کو سمجھنے کا موقع ملے جیسے آپ ﷺ نے مدینہ آکر یہود اور دیگر تہذیبی گروہوں سے بات چیت کی اور باہمی گفت و شنید کے بعد میثاقِ مدینہ میں ایسی شرائط تحریر کروائیں جس میں تمام تہذیبی گروہوں کی اقدار کا خاص خیال رکھا گیا۔ ایک دوسرے کی جان، مال، عزت اور تہذیب و مذہب کے احترام کو قانونی شکل دی گئی۔[36] اسی طرح نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو مکالمہ کیا گیا اس میں بھی گفت و شنید کے بعد معاہدہ میں جان و مال اور تہذیب و مذہب کے احترام کو قانونی شکل دی گئی۔[37] معلوم ہوا کہ تکثیری سماج میں مختلف تہذیبوں کو تصادم سے بچانے کے لیے ریاستی قانون سازی اور اس پر عمل درآمد ضروری ہے۔
2. باہمی تنازعات کے خاتمے کے لیے رواداری کو فروغ دینا۔
3. بین الاقوامی سطح پر تصادم کے خاتمے اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے دیگر تہذیبی اقوام سے امن کے معاہدے کرنا۔[38]

9۔سیاسی عدم استحکام

تکثیری معاشروں میں سیاسی عدم استحکام ایک عام مسئلہ ہے جو بدامنی اور تنازعات کا باعث بنتا ہے۔وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم[39]، مذہبی و نسلی تعصبات[40] اقلیتوں کے حقوق کا عدم تحفظ اور انتخابی دھاندلی کسی بھی تکثیری ریاست کے سیاسی عدم استحکام کا سبب بنتے ہیں جو کہ بدامنی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

سیرت طیبہ سے مسئلے کا تدارک اور حل

سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے تکثیری سماج میں سیاسی استحکام کے لیے نبی اکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

1. تمام سماجی گروہوں کے ساتھ انسانی بھائی چارے کی بنیاد پر ایک معاہدہ کیا جس میں سب کے حقوق و فرائض متعیّن کیے اور اسے تحریری طور پر قانونی شکل دی۔[41]
2. وسائل کی منصفانہ تقسیم کے لیے سب کو مساویانہ معاشی حقوق دیے، سودی نظام کا خاتمہ کیا، زکوٰۃ و صدقات اور جزیہ کے نظام کو نافذ کیا۔
3. خود مختار عدالتی نظام قائم کیا اور بلا تفریق مذہب و نسل اور قوم سب کو مساوی بنیادوں پر انصاف مہیا کیا۔[42]
4. حکم ربانی کے تحت ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لیے مجلس شوریٰ قائم کی جائے۔

خلاصہ تحقیق

عصری تکثیری سماج میں بدامنی کے اَسباب و مُحرکات نہایت پیچیدہ اور کثیر الجہات ہیں۔ایسے میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے ہمیں ایک ایسی جامع اور متوازن رہنمائی ملتی ہے جس میں بدامنی کے ان اسباب و محرکات کا مؤثر اور دیرپا تدارک اور حل بھی موجود ہے۔ تکثیری سماج میں بدامنی کا پہلا بڑا سبب مذہبی تعصب اور عدم رواداری ہے جو عصرِ حاضر میں دنیا کے امن اور سلامتی کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔سیرت طیبہ سے اس مسئلے کا حل مکمل مذہبی آزادی، مکالمہ بین المذاہب اور رواداری معلوم ہوتا ہے۔ تکثیری سماج میں بدامنی کا دوسرا بڑا سبب ظلم اور ناانصافی ہے۔عدل و انصاف کے معاملے میں آپ ﷺ نے کسی مذہب اور نسل کو ترجیح نہیں دی بلکہ تمام مذاہب اور نسلوں کو مساوی حقوق دیے ہیں۔ تکثیری ریاست بعض سماجی طبقات کو حکمرانوں کی طرف سے اپنے حقوق کے عدم تحفظ اور بے توجہی کا احساس ہونے لگتا ہے پھر آہستہ آہستہ یہ احساس ریاست کے خلاف بڑے احتجاج اور بربادی امن کی وجہ بن سکتا ہے۔سیرت سے اس مسئلے کا حل دوسرے فریق کو مطمئن کرنا اور اسے اس بات کا مکمل اطمینان دلانا ہے کہ انہیں پہلے ہی بہت سے حقوق حاصل ہیں یا اس بات کی یقین دہانی کرانا ہے کہ اگر فی الحال حکمت کے تحت ایک فریق کو نوازا جارہا ہے تو دوسرا فریق بھی بلکل محروم نہیں بلکہ اسے اور صورتوں سے نوازا جارہا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک تکثیری معاشرے کو غیر ریاستی مداخلت سے بچانے کے لیے ایک منظم ریاستی ڈھانچے کو تشکیل دینے کے ساتھ ساتھ عوام میں اعتماد اور اتحاد کو پیدا کیا۔ معاشی عدم مساوات کے خاتمے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُخوت، تعاون اور زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو قائم کیا۔ سیرت سے قومی اور قبائلی شر پسندی کے مسئلے کا اوّلین حل یہ ملتا ہے کہ تمام مذہبی، نسلی اور لسانی گروہوں کو سیاسی عمل میں برابر کا شریک کیا جائے۔ تکثیری معاشرے میں جب کسی ایک تہذیب کو کمتر سمجھا جاتا ہے یا اس کے ساتھ ریاستی سطح پر ناروا سلوک رکھا جاتا ہے تو تشدد اور بدامنی کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔اس مسئلے کے حل کے لیے مختلف مذاہب اور سوسائیٹیز کے مابین مکالمہ اور باہمی گفت و شنید اور

رواداری کو فروغ دیا جائے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے تکثیری سماج میں سیاسی استحکام کے لیے انسانی بھائی چارے کی بنیاد پر معاہدہ کیا جس میں سب کے حقوق و فرائض متعیّن کیے۔ خود مختار عدالتی نظام اور مجلس شوریٰ قائم کی۔

سفارشات و تجاویز

1. تکثیری سماجی ریاست میں قیامِ امن کے لیے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے اور ہر سماج کے مذہبی مقدسات اور شعائر کی تعظیم کو یقینی بنایا جائے۔
2. مذہبی و تہذیبی تعصبات کے خاتمے کے لیے مکالمہ بین المذاہب اور رواداری کو فروغ دیا جائے۔
3. کمزور طبقات کے ساتھ ہونے والی ظلم و زیادتی کے خاتمہ کے لیے قانون سازی کر کے سماج کو بدامنی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔
4. غیر ریاستی مداخلت کو نہایت صبر و استقامت، حکمت، مضبوط قیادت اور فیصلہ کن اقدام کے ذریعے روکا جائے۔
5. معاشی عدم مساوات کے خاتمے کے لیے اخوت، تعاون اور زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو رائج کیا جائے۔
6. قومی اور قبائلی شر پسندی کی روک تھام کے لیے تمام مذہبی، نسلی، لسانی اور قبائلی گروہوں کو سیاسی عمل میں برابر کا شریک کیا جائے لیکن جب کوئی قوم یا قبیلہ ایسا سرکش ہو جائے کہ بار بار کی معافی اور اصلاح کی کوششوں کے باوجود اصلاح ممکن نہ رہے تو ریاست کے امن کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں ملک بدر کرنے کا آپشن بھی موجود ہے۔
7. سیاسی و ذاتی مفاد پرست گروہ سے نمٹنے کے لیے صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے ان کے سیاسی و ذاتی مفاد اور اغراض و مقاصد کا پتہ لگایا جائے اور پھر صحیح حقیقتِ حال کو سب کے سامنے لا کر ایسے لوگوں کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔
8. تکثیری معاشروں میں سیاسی عدم استحکام کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے تمام سماجی گروہوں کے حقوق و فرائض متعیّن کیے جائیں، وسائل کی منصفانہ تقسیم کے لیے سب کو مساویانہ بنیادی معاشی حقوق دیے جائیں اور ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لیے مجلس شوریٰ قائم کی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] "plural societies" oxfordreference, Accessed February 14, 2026, https://www.oxfordreference.com/display/10.1093/oi/authority.20110803100332462

[2] Saima Sultana and Neelam Bano, "تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی: مولانا وحید الدین خان کے افکار کا تحقیقی جائزہ", Al-Tabyeen, vol: 8, Issue No.2, Jul-Dec 2024, P.62.

[3] "مذہبی تعصب" Rekhtadictionary, Accessed February 07, 2026, https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-mazhabii-taassub?lang=ur

[4] الممتنحه 08/60

Al-Mumtahanah 60:08

[5] ایچ پولانو، تالمود (اردو ترجمہ سٹیفن بشیر)، (گجرانوالا: مکتبہ عناویم، 2010ء)، ص141۔

H Polano, Talmood, (urdu tarjama Stifan Bsheer), (Gujranwala: maktaba anadem,2010), p.141.

[6] کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ)، (لاہور: بائیبل سوسائیٹی، 2001ء)، انجیل متی 11/5۔

Kitab muqadas(purana aor nia ahd nama),(Lahore:bible society,2001), Injeel mati 5:11.

[7] سید قاسم محمود، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب)، ص1067، 1066.

Syed Qasim mahmood, Shahkar salami encyclopedia,(Lahore: Alfesal nashran wa tajran kutub), p.1066,1067.

[8] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل،(بيروت: مؤسسة الرسالة،2001ء)، رقم الحديث:23489۔

Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, musnad alamam Ahmad bin Hanbal,(Berut: moasastulrisala,2001), Raqmul Hadees: 23489.

[9] البقرة 256/2

Al-Baqarah 2:256

[10] الكهف29/18

Al-Kahf 18:29

[11] الانعام108/6

Al-An'am 6:108

[12] عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية لابن هشام،(المتوفى: 213هـ)،(مصر:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده،1375هـ)، ج2، ص107۔

Abdulmalik bin hisham, alseeratunabvia libn Hisham, (Almutawafa:213AH),(Misar: shirkat maktaba wa matba Mustafa albai alHalbi wa aoladihi, 1375AH),v.2,p.107.

[13] العنكبوت46/29

Al-'Ankabut 29:46

[14] آل عمران64/3

Aale 'Imran 3:64

[15] محمد بن أحمد الذهبي، شمس الدين، تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام،(بيروت: دار الغرب الإسلامي،1424هـ)،ج1،ص581۔

Muhammad bin Ahmad Alzahbi,Samsudeen, Tareekhul islam wa wafiyat almashahir walalaam,(berut: Darulgharbil islami,1424AH) v.1,p.581

[16] أيضًاج2، ص107

ibid, v.2, p.107

[17] [17] موسى بن راشد العازمي، اللؤلؤ المكنون في سيرة النبي المأمون،(الكويت :المكتبة العامرية للإعلان والطباعة والنشر والتوزيع،1432هـ)، ج4، ص411۔

Mosa bin Rashid alghazmi, alulu almaknoon fi seeratinabiyilmamoon, (Alkoweit: Almaktaba alamria lilelan watabaat wanashar watozie,1432AH)v,4.p411

[18] البقرة256/2

Al-Baqarah 2:256

[19] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم،(لاہور: المکتبۃ السلفیہ،1995ء) ،ص551۔

Mubarpuri,molana Safiurahman, Alraheeq ul makhtoom,(Lahore: Almaktaba alsalfia,1995),p.551

[20] https://www.bbc.com/news/world-us-canada-56004916, Accessed 08-02-2026

[21]https://www.urduvoa.com/a/new-legislation-in-france-could-impact-muslims-01oct2020/5603686.html

[22] https://www.bbc.com/urdu/world-47579333, Accessed 08-02-2026

[23] https://www.bbc.com/urdu/world-50937244, Accessed 08-02-2026

[24] أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد الدارقطني، م 385ھ، سنن الدارقطني،(بيروت: مؤسسة الرسالة،2004ء)، ج4، ص157، رقم3260۔

Abul Hasan ali bin omer bin Ahmad aldar qutni,(berut: moasasatulrisalah,2004) v.4, p.157, Hadith No.: 3260.

[25] بخاری، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه،(دار طوق النجاة، 1422ھ)، ج 4،ص94،رقم3147۔

Bukhari, Muhammad bin asmaeel, Aljamey almusnad alSahih almukhtasar min omor e rasoolillah salalah o alaeh wasalam wa sunanehi wa ayamehi(dar toqunajat,1422AH), v.4,p.94Hadith No.:3147.

[26] عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية لابن هشام،ص 622

Abdulmalik bin Hisham, alseeratunabviya libne Hisham, p.622

[27] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص423

Molana Safiurahman mubarakpuri, Alraheequl makhtoom,p.423

[28] مسلم بن الحجاج، ابو الحسن القشيرى النيشابورى، صحيح مسلم، (بيروت : داراحياء التراث العربى،1954ء)، ج3،ص1227،رقم الحديث:1605۔

Muslim bin alhajaj, abulhasan alqusheri alnishaburi, saheeh muslim, (Berut: dar ehyaeturas alarabi,1954), v.3,p.1227, Raqmulhadees:1605.

[29] نسائی،أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب،سنن نسائی،(حلب: مكتبه مطبوعات اسلامية، 1986ء)،ج4،ص123،رقم الحديث:2093

Nisai, abu Abdurahman Ahmad bin shoeb, sunan nasaui, (Halb: Maktaba Matboat islamia, 1986) v.4, p.123, Raqmul Hadees:2093

[30] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص327۔

Molana Safiurahman mubarakpuri, Alraheequl makhtoom,p.327

[31] بنو قینقاع کو2ھ میں، بنو نضیر کو4ھ میں اور بنو قریظہ کو5ھ میں جلا وطن کیا گیا۔ بحوالہ الرحیق المختوم۔

Banu qenuqa ko 2 AH me, banu nazeer ko 4 AH me aor bnu Qurezah ko 5AH me jila watan kia gia. Bahwalah Alraheequl Makhtoom

[32] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعٰلمین،(لاہور: مکتبہ محمودیہ،2009ء)، ج1، ص135۔136

Qazi Muhammad Suleman salman Mansoor puri, Rahmatulil aalameen, (Lahore: Maktaba Mahmodia, 2009), v.1,p.135-136

[33] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص450-453

Molana Safiurahman mubarakpuri, Alraheequl makhtoom,p.453-450

[34] ایضاً، ص455۔

ibid, p.455

[35] Noor Muhammad Kedar,"شہادت بابری مسجد 6/دسمبر 1992ء کی سیاہ تاریخ" roznamasahara, Published December 06, 2023, https://roznamasahara.com/the-dark-history-of-the-babri-masjid-martyrdom-on-december-6-1992/

[36] عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية لابن هشام، ج2، ص107۔

Abdulmalik bin Hisham, alseeratunabviya libne Hisham, v.2, p.107

[37] موسى بن راشد العازمي، اللؤلؤ المكنون في سيرة النبي المأمون، ج4، ص411۔

Mosa bin Rashid Alazmi, alulu almaknoon fi seeratunabi almamoon, v.4, p. 411

[38] اجمل علی و ڈاکٹر ظہوراللہ الاظہری، مقالہ، "ریاست مدینہ میں قیام امن کے لیے معاہداتِ نبوی (ایک اختصاصی مطالعہ)"، معارف اسلامی AIOU، ISSN 1992-8556، ص111-126

Ajmal Ali and Dr. zuhooruah Alazhari, Maqalah, “ Riasat Madinah me qiam e aman k liye Moahdat Nabvi (aik ekhtisasi Mutalea), Moarif islami AIOU, ISSN 1992-8556, P.111-126

[39] Alesina, Alberto, and Eliana La Ferrara. "Ethnic Diversity and Economic Performance." *Journal of Economic Literature* 43, no. 3 (2005): 762-800.

[40] Putnam, Robert D. "E Pluribus Unum: Diversity and Community in the Twenty-first Century." *Scandinavian Political Studies* 30, no. 2 (2007): 137-174.

[41] عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية لابن هشام، ج2، ص106-107۔

Abdulmalik bin Hisham, alseeratunabviya libne Hisham, v.2, p.106-107

[42] محمد بن إسماعيل بخارى، الجامع المسند الصحيح ، ج 8، ص160، رقم الحديث:6787۔

Muhammad bin asmaeel Bukhari, Aljamey almusnad alSahih, v.8, p. 160, Hadees No.: 6787